پاکستان میں قانونِ اسلامی کی ترویج
(محمد اسماعیل قریشی کی کاوشوں کا جائزہ)

محمد ارشد*

اس مقالے میں پاکستان میں اسلامی قانون کی ترویج کی غرض سے ملک کے معروف قانون دان محمد اسماعیل قریشی کی فکری و عملی جدو جہد کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ مقالے کے آغاز میں محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ کا مختصر سوانحی خاکہ درج کیا گیا ہے۔ بعد ازاں اسلامی قانون کی ترویج کے لیے اجتماعی جدو جہد کی غرض سے عالمی تنظیم مسلم ماہرینِ قانون کی تنظیم کی تشکیل و قیام میں ان کی سعی و کاوش پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس تنظیم سے سید ابوالاعلیٰ مودودی، سید ابوالحسن علی ندوی اور دنیائے اسلام کے دیگر ممتاز اہل علم و فکر کے ربط و تعلق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں محمد اسماعیل قریشی کے نام سید ابوالاعلیٰ مودودی اور سید ابوالحسن علی ندوی کے مکتوبات درج کیے گئے ہیں۔

محمد اسماعیل قریشی: سوانحی خاکہ

محمد اسماعیل قریشی (ولادت ۹ مارچ ۱۹۲۸ء)، کا آبائی وطن گلبر گہ (حیدر آباد دکن) تھا۔ ان کے والد شیخ محمد قریشی دولت آصفیہ حیدر آباد دکن میں محکمۂ جنگلات میں محاسب (اکاؤنٹنٹ) تھے۔ محمد اسماعیل قریشی نے مدرسہ فوقانیہ (ہائی اسکول) گلبر گہ سے میٹرک، اور کلیۂ عثمانیہ گلبر گہ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ بی اے آنرز جامعۂ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے کیا (۱۹۴۸ء)۔ اساتذہ میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی (۱۸۹۲-۱۹۵۶ء)، علامہ عبدالقدیر صدیقی حسرت (۱۸۷۱-۱۹۶۲ء)، مولانا محمد ابراہیم، ڈاکٹر عبدالحق الازہری، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور مولانا فضل اللہ شامل تھے۔ زمانۂ طالب علمی میں تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ حیدر آباد کی ممتاز سیاسی شخصیت نواب بہادر یار جنگ (م۱۹۴۲ء) سے بڑے متاثر تھے۔ قیام پاکستان پر ہجرت کر کے کراچی چلے آئے۔ وہاں انھوں نے ۱۹۵۶ء میں ایس ایم لاء کالج سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور پیشۂ وکالت اختیار کیا۔ بعد ازاں لاہور چلے آئے اور لاہور ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی۔ وہ ۱۹۷۴ء میں لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر بھی رہے۔ (۱)

محمد اسماعیل قریشی بانی جماعتِ اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی فکر سے بڑے متاثر تھے۔ سید

* چیئرمین شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

مودودی سے ان کا ربط وضبط ۱۹۵۸ء میں قائم ہوا۔ اس کے تقریباً ایک عشرہ بعد ۱۹۶۷ء میں وہ تحریک اسلامی سے با قاعدہ طور پر منسلک ہو گئے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا انھیں قرب واعتماد حاصل رہا(۲)۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی، محمد اسماعیل قریشی کے اخلاص اور جرأت ایمانی کو بڑی قدر وتحسین کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سید مودودی نے ایک مجلس میں ان کا ذکر بایں الفاظ کیا ''قریشی صاحب اوران کے ساتھی جرأت اور حکمت کے ساتھ اسلام کی خدمت کررہے ہیں اس لیے جب بھی ملاقات کے لیے آتے ہیں، ان سے مل کر مسرت اور خوشی ہوتی ہے''(۳)۔

محمد اسماعیل قریشی اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن بھی رہے۔انھوں نے وطن عزیز پاکستان میں رائج بعض اہم غیر اسلامی قوانین کو وفاقی شرعی عدالت پاکستان نیز شرعی اپیلیٹ بنچ سپریم کورٹ پاکستان کے ذریعے سے کالعدم ومنسوخ قرار دلانے نیز بعض اہم دینی امور ومسائل سے متعلق قانون سازی کرانے (بذریعہ پارلیمنٹ) اہم کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں ربا اور قانون توہینِ رسالت سے متعلق وفاقی شرعی عدالت نیز سپریم کورٹ پاکستان کے فیصلے بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں(۴)۔ ان کی قانونی وعدالتی جدوجہد کے نتیجے میں پارلیمنٹ نے ضابطۂ تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ ''۲۹۵ سی'' کا اضافہ کیا، جس کے رو سے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمداً توہین کے مرتکب کی سزا، سزائے موت مقرر کی گئی ہے(۵)۔

جنرل پرویز مشرف کی حکومت (۱۹۹۹۔۲۰۰۸ء) کی طرف سے قانونِ توہینِ رسالت میں ترمیم کا عندیہ ظاہر کیا گیا تو اسماعیل قریشی نے اس کے خلاف پوری قوت وطاقت سے آواز بلند کی۔ انھوں نے اس حکومت کے عزائم کے خلاف اخبارات وجرائد میں مضامین شائع کیے(۶)۔

محمد اسماعیل قریشی اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے ہیں اور بڑے وسیع المطالعہ ہیں۔ انھیں رومی وحافظ شیرازی کے علاوہ حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال، اکبرالہ آبادی اور جگر مرادآبادی کے کلام سے بڑا شغف ہے۔ ان شعراء کے بہت سے اشعار انھیں یاد ہیں۔ قومی شاعر حفیظ جالندھری سے ان کے بڑے دوستانہ مراسم تھے اور دونوں کے مابین مراسلت بھی رہی(۷)۔

اسلامی وملی ، اور قانونی و دستوری موضوعات و مسائل پر محمد اسماعیل قریشی کے کثیر تعداد میں مضامین اخبارات و جرائد (اردو وانگریزی) میں شائع ہوئے ہیں۔ وہ اپنے اردو مضامین کا ایک انتخاب ''گل بانگ'' کے عنوان سے مرتب کر چکے ہیں، جو اشاعت کا منتظر ہے۔ پاکستان میں قانونِ توہین رسالت پر ان کی اردو تصنیف کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں(۸)۔

عالمی تنظیمِ مسلم ماہرینِ قانون

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اقامتِ دین سے متعلق اپنی دعوت کو مؤثر طور پر مسلم معاشرے کے مختلف طبقات (خصوصاً اساتذہ، طلبہ، ادباء، وکلاء، کسانوں، اورمزدوروں) تک پہنچانے اور غلبہ دین کی جدوجہد کے لیے ان طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کو منظّم و متحرک کرنے کے لیے متعدد تنظیموں (اسلامی جمعیتِ طلبہ، تحریکِ محنت، تنظیم اساتذہ، حلقۂ ادبِ اسلامی وغیرہ) کے قیام کو ضروری خیال کیا تھا۔ ان تنظیموں کو جماعتِ اسلامی کی ذیلی تنظیموں کی حیثیت حاصل تھی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ایماء پر محمد اسماعیل قریشی نے ۱۹۷۸ء میں پاکستان میں اسلامی نظامِ قانون کی ترویج کی جدوجہد کی غرض سے وکلاء کی ایک تنظیم ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (عالمی تنظیم مسلم ماہرینِ قانون) کے نام سے قائم کی۔ (۹)۔

اس تنظیم کے اراکینِ تاسیسی میں شیخ غیاث محمد (سابق اٹارنی جنرل پاکستان)، معروف قانون دان اے کے بروہی (م ۱۹۸۷ء)، چودھری نذیر احمد خان، سابق اٹارنی جنرل پاکستان (۱۸۹۸۔۱۹۸۰ء))، جسٹس بی زیڈ کیکاؤس (م ۱۹۸۷ء)، میاں شیر عالم ایڈووکیٹ اور محمد اسماعیل قریشی شامل تھے (۱۰)۔ محمد اسماعیل قریشی آغاز ہی سے اس تنظیم کے کنوینر اور سیکرٹری مقرر ہوئے۔ محمد اسماعیل قریشی اور ان کے رفقاء اہم معاملات اور سرگرمیوں کے بارے میں رہنمائی کے لیے سید ابواعلیٰ مودودی کی طرف رجوع کرتے تھے (۱۱)۔ محمد اسماعیل قریشی نے تنظیم کا نام ''ورلڈ ایسوسی ایشن آف اسلامک جیورسٹس'' تجویز کیا تو مولانا نے لفظ ''اسلامک'' کے بجائے ''مسلم'' تجویز کیا۔ اس تنظیم کے اغراض و مقاصد خود مولانا نے تحریر کرائے۔ بالفاظ اسماعیل قریشی ''مولانا نے اپنے نفسِ گرم سے اس تنظیم کے ڈھانچے میں روح پھونک دی'' (۱۲)۔

۳۱ اگست ۱۹۷۸ء کو محمد اسماعیل قریشی اور ان کے رفقاء نے سید مودودی کے اعزاز میں ان کی رہائش گاہ پر ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا۔ مولانا نے خرابیِ صحت کے باوجود تقریب میں شرکت گوارا کی۔ البتہ اس موقع پر خطاب کے بجائے صرف دعائیہ کلمات پر اکتفا کیا۔ انھوں نے وکلاء کے اتحاد اور اسلامی قانون کی حکمرانی کے سلسلے میں ان کی جدوجہد کے ثمر بار ہونے کی دعا کی (۱۳)۔

محمد اسماعیل قریشی کی طرف سے سید ابوالاعلیٰ مودودی سے تنظیم کا سرپرستِ اعلیٰ بننے کی درخواست کی گئی تو سید صاحب نے اسے تنظیم کے اراکینِ تاسیسی کے اتفاقِ رائے سے مشروط کر دیا (۱۴)، چنانچہ اراکینِ تاسیسی کی طرف سے متفقہ طور پر اپنی رائے سے مطلع کرنے پر سید صاحب اس پر رضا مند ہو گئے (۱۵)۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی سے مراسلت

عالمی تنظیمِ مسلم ماہرینِ قانون کی تنظیم و تشکیل نیز اس کے اہداف و مقاصد کے تعین کے سلسلے میں مشاورت اور رہنمائی کی غرض سے محمد اسماعیل قریشی کی سید ابوالاعلیٰ مودودی سے مراسلت بھی رہی۔ سطورِ ذیل میں محمد اسماعیل قریشی کے نام سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تین خطوط ترتیب زمانی کے لحاظ سے درج کیے جا رہے ہیں۔ ان میں سے پہلا خط اگست ۱۹۷۵ء میں لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے زیر انتظام مشرقی و مغربی پاکستان کے اتحاد کے بارے میں منعقدہ ایک کنونشن میں شرکت کی دعوت کے جواب میں ہے۔ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے ۱۵ اگست ۱۹۷۵ء کو بنگلہ دیش کے بانی حکمران شیخ مجیب (جنوری ۱۹۷۲۔ اگست ۱۹۷۵ء) کے قتل کے بعد ملک کے دونوں حصوں کے اتحاد سے متعلق ایک کنونشن کا ڈول ڈالا تھا۔ بار کی نمائندگی کرتے ہوئے محمد اسماعیل قریشی نے سید مودودی کو کنونشن میں شرکت و خطاب کی دعوت دی تھی۔ سید مودودی بوجہِ خرابی صحت کنونشن میں شریک نہیں ہوئے البتہ انھوں نے محمد اسماعیل قریشی کے نام اپنے جوابی خط میں دونوں ملکوں کے اتحاد کی حکمت عملی سے متعلق اپنے نقطۂ نظر کا ابلاغ بڑے مختصر البتہ جامع انداز میں کیا۔ مشرقی بازو کی علیحدگی میں منجملہ دیگر گوناں گوں معاشی و سیاسی عوامل و محرکات کے نسلی و لسانی اور جغرافیائی قومیت کے فتنے نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس تحریک نے بنگالی قوم کو مذہب بیزاری اور سیکولرازم کی راہ پر ڈال دیا تھا۔ سید مودودی کی رائے میں ملکِ پاکستان کے دونوں حصوں میں جو وسیع و عمیق تفریق اور خلیج پیدا ہوگئی تھی اور جو مشرقی بازو کی علیحدگی پر منتج ہوئی تھی اس کے پاٹنے اور دونوں ملکوں کے اتحاد کے قیام کی کوئی صورت اس کے سوا ممکن نہ تھی کہ دونوں ملکوں کے عوام کے جذبہ اسلامیت کو زندہ و بیدار کیا جاتا۔ سید صاحب کی رائے میں اسلامی نظریۂ حیات کے سوا کوئی اور قوت اور قدرِ مشترک ایسی نہ تھی جو دونوں ملکوں کے اتحاد کی ضمانت بن سکتی تھی۔ اس غرض سے ان کی رائے میں ضروری تھا کہ مغربی پاکستان میں اسلامی نظام کو حقیقی معنوں میں برپا کر کے مشرقی پاکستان کے مسلم عوام میں دینی بیداری کی کوششوں کو تقویت پہنچائی جاتی اور بتدریج دونوں کے درمیان اتحاد کی راہ ہموار کی جاتی۔

دوسرا خط نجی نوعیت کا ہے، جو محمد اسماعیل قریشی کی طرف سے اپنے برادر عزیز کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کے لیے دعوت نامے کے جواب میں ہے۔ تیسرا خط لاہور میں عالمی تنظیم مسلم ماہرین قانون کی ایک کانفرنس (منعقدہ مئی ۱۹۷۸ء) کے موقع پر سید مودودی کی طرف سے کانفرنس کے منتظمین اور شرکاء کے نام ایک تفصیلی پیغام پر مشتمل ہے۔ سید مودودی نے مسلم ماہرینِ قانون اور علماے شریعتِ اسلامیہ کے نام اپنے پیغام میں مسلم ممالک میں نوآبادیاتی دور میں مغربی نظام قانون کی تنفیذ و ترویج کے اسباب و محرکات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان ممالک میں پھر سے اسلامی نظام قانون کی ترویج کی غرض سے اسلامی فلسفۂ حیات اور نظام اقدار و اخلاق کو اساس بناتے

ہوئے اسلامی قانون کی تدوینِ جدید کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا ہے، ایسے قوانین جوامت اسلامیہ کے عقیدے اور نظامِ اخلاق کے مطابق ہوں اور دورِ جدید کی ضروریات کو اسلامی اصولوں کے مطابق پورا کر سکتے ہوں۔

مکتوباتِ سید ابوالاعلیٰ مودودی

(۱)

ابوالاعلیٰ مودودی
۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ
لاہور (پاکستان)
۲۶ اگست ۱۹۷۵ء

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ۶ ستمبر کو لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن میں جو کنونیشن مشرقی ومغربی پاکستان کے اتحاد کے لیے منعقد ہورہا ہے وہ عین میری دلی تمنا سے مطابقت رکھتا ہے۔ میں بڑی خوشی کے ساتھ اس میں شریک ہوتا، لیکن افسوس ہے کہ میری صحت کی خرابی اس میں مانع ہے۔ جہاں تک اُس مقصد کے حصول کی تدابیر کا تعلق ہے ان کے بارے میں ملک ٹوٹنے سے پہلے بھی میری ایک ہی رائے تھی اور اب ٹوٹ جانے کے بعد بھی ایک ہی رائے ہے۔ میں برسوں سے یہی کہہ رہا تھا کہ ان دوحصوں کو جس چیز نے ملا کر ایک ملک بنایا ہے وہ اسلام کے رشتے کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اس رشتے کو آپ اگر اِسی طرح کمزور کرتے رہیں گے تو آخرکار اِن کی وحدت ختم ہو جائے گی۔ لیکن افسوس ہے کہ سارے کام توڑنے والے ہی کیے جاتے رہے اور جوڑنے کی کوئی فکر نہیں کی گئی۔ اس مجرمانہ غلطی کا نہایت تباہ کن نتیجہ ہم نے دیکھ لیا۔ اب اگر ہم پھر سے انہیں جوڑنا چاہیں تو اِس کے لیے بھی ایک ہی تدبیر ہے۔ وہ یہ ہے کہ مغربی پاکستان میں معاشرے اور حکومت کو خالص اور بے آمیز اسلام پر قائم کیا جائے، اور اُن کوششوں کو ہر طرح سے تقویت پہنچائی جائے جو مشرقی پاکستان میں معاشرے اور حکومت کو اسلام پر قائم کرنے کے لیے کی جارہی ہیں۔ جس وقت بھی ان دونوں حصوں میں یہ کام انجام پا جائے گا، انہیں پھر سے جوڑ دینے میں کوئی طاقت ان شاء اللہ حائل نہ ہوسکے گی۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

......☆☆......

(۲)

ابُو الاعلیٰ مودَودی
۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ
لاہور (پاکستان)
۳ اپریل ۱۹۷۷ء

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے برادر عزیز عبدالعلیم قریشی صاحب کی دعوت ولیمہ کا دعوت نامہ ملا جس کے لیے شکر گزار ہوں۔ میں مسلسل بیماری اور صحت کی کمزوری کی وجہ سے آپ کی اس پُرمسرت تقریب میں خود تو شریک نہیں ہوسکتا تاہم دل سے میں آپ کی خوشی میں شریک ہوں۔ میری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رشتے میں برکت ڈالے، زوجین میں الفت ومحبت کی فضا ہمیشہ قائم رکھے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

......☆☆......

(۳)

ابُو الاعلیٰ مودَودی
۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ
لاہور (پاکستان)
۶ مئی ۱۹۷۸ء

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے بڑا افسوس ہے کہ صحت کی خرابی کے باعث میں آپ کا خط تک نہ پڑھ سکا کجا کہ جواب دیتا۔ اور یہی صورت دوسرے خطوط کے بارے میں بھی پیش آئی جو مختلف لوگوں کی طرف سے آئے ہوئے تھے اور ان کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ آخر کار اب اسی حالت میں تمام خطوط میں نے پڑھوا کر سنے بھی اور ان کا جواب بھی دے رہا ہوں۔ آپ سے میں اس بات کی معذرت بھی چاہتا ہوں کہ آپ نے بار بار یہاں آنے کی تکلیف اُٹھائی حتیٰ کہ ایک دفعہ آپ ٹیپ ریکارڈر بھی لے آئے تھے مگر میں اس قابل ہی نہ تھا کہ آپ کی فرمائش کی تعمیل کرسکتا۔ ذیل میں آپ کی مجوزہ کانفرنس

کے لیے پیغام درج کررہا ہوں جسے آپ ایک بیمار آدمی کا تحفہ سمجھ کر قبول فرمائیں۔ یہ پیغام میں نے دو نشستوں میں مکمل کیا ہے:

مسلمان ماہرین قانون کی جو کانفرنس آپ لاہور میں منعقد کررہے ہیں اس پر میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تمام دنیاے اسلام کے ماہرین قانون کی تنظیم قائم کرنے کا جو منصوبہ آپ حضرات نے بنایا ہے وہ کامیاب ہو اور اس کے ذریعے سے اسلام کی صحیح خدمت انجام پائے۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اس وقت مسلمان ممالک میں مختلف قوانین رائج ہیں۔ جن مسلمان ملکوں پر انگلستان، فرانس، ہالینڈ وغیرہ استعماری طاقتوں نے قبضہ کرلیا تھا وہاں تو کفر اور کافری کا تقاضا یہی تھا کہ اسلام کے قانون کو منسوخ کرکے غاصب قومیں اپنا قانون نافذ کریں۔ لیکن یہ ایک المیہ اور بہت بڑا المیہ ہے کہ جو مسلمان ملک براہِ راست کسی مغربی قوم کے محکوم نہیں ہوئے انھوں نے اسلام کے قانون پر کافر غاصبین سے بھی بڑھ کر ظلم کیا اور محض ملکی قوانین ہی اُن سے مستعار لینے پر اکتفا نہ کیا بلکہ خود ان اسلامی قوانین میں بھی، جو شخصی احوال تک محدود کردیے گئے تھے، ترمیم کرڈالی۔ اب صرف چند ہی مسلمان ملک ایسے باقی رہ گئے ہیں جن میں اسلامی قانون رائج ہے۔

اِن چند ملکوں کو چھوڑ کر باقی مسلمان ملکوں میں مختلف قوانین رائج ہیں جو یا تو کسی مغربی ملک کے قانون کی نقل مطابق اصل ہیں یا ان میں کچھ رد و بدل کرکے مختلف قسم کے ملغوبے تیار کرلیے گئے ہیں۔ یہ حالت ہمارے لیے مسلمان ہونے کی حیثیت سے قابلِ شرم بھی ہے اور آزادی کے تصور کے بھی منافی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم آزاد ہوکر بھی اپنے سابق آقاؤں کے غلام ہیں اور ہم میں کوئی علامت ایسی نہیں پائی جاتی جو اس بات کو ظاہر کرتی ہو کہ ہمیں آزاد ہونے کا شعور حاصل ہے۔

قانون کو جو شخص بھی جانتا اور سمجھتا ہو وہ اس بات سے ناواقف نہیں ہوسکتا کہ کوئی قانون بھی بجائے خود ایک مستقل علم اور محض مجموعۂ احکام نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے ایک نظامِ فکر، ایک تصورِ حیات، ایک نظامِ اقدار، ایک معیارِ خیر وشر اور ایک تصورِ اخلاق کارفرما ہوتا ہے جس کے مطابق افراد اور معاشرے کی زندگی کو منضبط کرنے کے لیے قانون سازی کی جاتی ہے۔ اس قانون سازی کا مقصود معاشرے کو اُس فلسفۂ حیات پر قائم اور دائم رکھنا ہوتا ہے جس کی بنیاد پر یہ قانون سازی کی گئی ہو۔ اس لحاظ سے جس قوم کے جو نظریات ہوتے ہیں انھی کے مطابق اس کے حدودِ مملکت میں قانون بنائے جاتے ہیں۔ یہ قانون سازی قومی نظریات کی ترجمان بھی ہوتی ہے اور قومی زندگی کو اپنے نقشے پر ڈھالنے کا کام بھی کرتی ہے کیونکہ اس کو نافذ کرنے کے لیے ایک سیاسی طاقت کارفرما ہوتی ہے۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد جب ہم ان مسلمان ملکوں کو دیکھتے ہیں جنھوں نے مغربی اقوام کے قوانین میں سے کسی

قانون کو اختیار کیا ہے اور اُنھی کے طریق قانون سازی کی پیروی کی ہے تو ان کے بارے میں ہم لامحالہ دو رایوں میں سے کوئی ایک رائے ہی قائم کرسکتے ہیں۔ یا تو درحقیقت وہ اُس تہذیب اور فلسفۂ حیات اور نظامِ اخلاق پر ایمان لاچکے ہیں جو مغربی قوانین کی بنیاد ہیں۔ یا پھر وہ اتنے نادان ہیں کہ تہذیب اور قانون کے باہمی تعلق کو بالکل نہیں سمجھتے۔

اس لیے بڑی ضرورت ہے کہ مسلمان ماہرین قانون اور اسلامی شریعت کا علم رکھنے والے لوگ باہم مل کر پہلے یہ واضح طور پر مُشخّص کریں کہ اسلامی فلسفۂ حیات اور نظام اقدار کیا ہے۔ اس کے بعد پھر یہ دیکھیں کہ مغربی ممالک نے اپنے نظریۂ حیات اور فلسفۂ اخلاق کی بنیاد پر جو قوانین بنائے ہیں ان میں اور اسلامی قانون میں کیا فرق ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے بعد ہی ہم فیصلہ کرسکتے ہیں کہ جدید دور کی اسلامی حکومت کے لیے اسلامی قوانین کو کس طرح مرتب کریں جس سے وہ ہمارے عقیدے اور نظام اخلاق کے مطابق بھی ہوں اور اس دور کی ضروریات کو اسلامی اصولوں کے مطابق پورا بھی کرسکیں۔ یہ بہت بڑا کام ہے جو دونوں قسم کے قوانین اور ان کی تہذیبی بنیادوں کا گہرا علم چاہتا ہے۔ یہ کام اگر کماحقہ انجام دے دیا جائے تو مسلمان حکومتیں درحقیقت مسلمانوں کی زندگی ہی کو انسانیت کا بہترین نمونہ نہیں بنائیں گی بلکہ دنیاے جدید کے سامنے ایک ایسا مثالی نظام پیش کردیں گی جس کی پیروی کے سوا اُس کے لیے کوئی چارہ نہ رہے گا۔ جدید دنیا اپنے فلسفۂ تہذیب و اخلاق اور اس کی بنیاد پر بنائے ہوئے قوانین پر خواہ کتنا ہی فخر کرے لیکن خود اس کے اہل بصیرت اس بات کو شدت سے محسوس کررہے ہیں کہ اُن کے نظامِ زندگی میں کتنا عظیم فساد برپا ہوچکا ہے جسے دور کرنے میں اگر وہ کامیاب نہ ہوں تو ان کی اپنی ہی زندگی کا بگڑا ہوا نظام انھیں تباہ کرکے رکھ دے گا۔ اس حالت کی اصلاح کے لیے اُن میں سے بہت سے لوگ اسلامی قانون اور اس کی فکری بنیادوں کو صحیح اور واجب القبول سمجھ چکے ہیں لیکن اسلام کے خلاف صدیوں سے جو تعصب ان کے اندر پھیلا ہوا ہے وہ باطل کو چھوڑنے اور حق کو اختیار کرنے میں مانع ہورہا ہے۔ اس سنگین رکاوٹ کو صرف اسی طرح دور کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان ممالک معاً اسلامی قانون کے مطابق ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کرکے اور اس کی برکات کو اس طرح نمایاں کرکے پیش کردیں کہ ایک اندھا بھی اس کی خوبیوں کو دیکھنے اور سمجھنے سے محروم نہ رہ سکے۔

خدا کا فضل ہے کہ اس کام کی ضرورت کا احساس دنیاے اسلام کے اصحابِ علم و بصیرت میں عام ہوچکا ہے۔ اس سے زیادہ موزوں وقت یہ کارنامہ انجام دینے کے لیے شاید پھر نہ مل سکے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بخدمت جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب،

ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ، لاہور۔

(۲)

سید ابوالحسن علی ندوی: تاثرات و پیغام

جولائی ۱۹۷۸ء میں رابطۂ عالم اسلامی (مکۂ مکرمہ) کی طرف سے کراچی میں پہلی ایشیائی کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں دنیاے اسلام کے ممتاز علماء اور دانش وراور ماہرینِ قانونِ وشریعت شریک ہوئے تھے۔محمد اسماعیل قریشی اور ان کے رفقاء نے، جو مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کو ایک عالمی تنظیم بنانے کے آرزومند تھے،کانفرنس میں شریک علماء وفضلاء کے سامنے اپنی تنظیم کے اہداف اور اغراض و مقاصد واضح کرتے ہوئے ان سے اس تنظیم کی رکنیت قبول کرنے کی استدعا کی تھی۔اس موقع پر تنظیم کی طرف سے اردو، انگریزی اور عربی تینوں زبانوں میں ایک تعارف نامہ بھی شائع کر کے مندوبینِ کانفرنس میں تقسیم کیا گیا۔ چنانچہ اس موقع پر عالم اسلام کے جن متعدد ممتاز اصحاب علم نے اس تنظیم کی رکنیت قبول کی ، ان میں سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۰۸۔۲۰۰۲ء)، ممتاز نو مسلم مفکر و مصنف محمد اسد (۱۹۰۰۔۱۹۹۲ء)، شامی فقیہ علامہ مصطفٰی احمد زرقا (۱۳۲۱۔۱۴۲۰ھ/۱۹۰۱۔۱۹۹۹ء)، شامی پارلیمان کے سابق اسپیکر پارلیمان و وزیر اعظم ڈاکٹر معروف الدوالیبی (۱۹۰۹۔۲۰۰۴ء) (جو ۱۹۶۳ء میں بعث پارٹی کے برسرِ اقتدار آنے پر قید و بند اور جلاوطنی سے دوچار ہوئے۔ زمانہ جلاوطنی میں مشیر مملکتِ سعودی عرب مقرر ہوئے) کے علاوہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹۱۴۔۱۹۹۹ء) کے اسمائے گرامی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں (۱۶)۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس موقع پر محمد اسماعیل قریشی اور ان کے رفقاء کے نام اپنی ایک مختصر تحریر میں اسلامی ماہرینِ قانون کی عالمی تنظیم اور اس کے اغراض و مقاصد کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کیے تھے۔ سید ابوالحسن علی ندوی کی یہ تاثراتی تحریر ذیل میں درج کی جاتی ہے (۱۷)۔

......☆☆......

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

ندوۃ العلماء، لکھنؤ (الہند)۔

مجھے یہ علم ہو کر مسرّت ہوئی کہ پاکستان میں مسلم ماہرینِ قانون کی ایک عالمی تنظیم کی تشکیل ہوئی ہے، جس کا اہم مقصد یہ ہے کہ عدلیہ اور عصرِ جدید کے مسائل کو قرآن وسنّت کی روشنی میں حل کیا جائے۔

کسی اصول یا نظریے کی پُشت پر علم و تحقیق اور فکر و سنجیدگی ضروری ہوتی ہے، اس سے بات میں وزن اور دعوت و پیام پر اعتماد پیدا ہوتا ہے، مجھے مسرّت ہے کہ پاکستان میں ایک ایسے موضوع پر عالمی سطح پر کام شروع کیا گیا ہے، جس کا

تعلق اسلامی شریعت کے عملی نفاذ سے ہے اور جو بلا مبالغہ عالمِ اسلام اور دنیاے انسانیت کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ انسانی دنیا مختلف تجربات سے گزر کر اب اس موڑ پر آچکی ہے کہ دین فطرت کے علمبردار اس کی دستگیری کریں۔ پاکستان کے قانون دان طبقہ اور اسلامی شریعت وفقہ کے ماہر علماء کے ذریعہ عالم اسلام اور نسل انسانی کی بہت بڑی خدمت ہوسکتی ہے۔

پاکستان کے وکلاء اور قانون دان طبقہ میں اسلام سے محبت اور قرآن وسنّت کی بنیاد پر دستور وقانون کی تشکیل کا جذبہ لائق قدر اور قابل مبارکباد ہے۔

پاکستان کے تاریخی شہر لاہور میں جسے حکیمِ مشرق علامہ اقبال کے مدفن کا شرف بھی حاصل ہے، مسلم قانون دانوں کی عالمی تنظیم کا مرکز قانونِ اسلامی کی مبارک اور بروقت خدمت کی خاطر، خود حکیم مشرق کی روحانی مسرّت کا سبب ہوگا اور ان کے اس خواب کی تعبیر کی علامت جو مرحوم نے اسلامی فقہ کی تدوین اور شریعت اسلامی کی رہنمائی میں ایک مثالی مملکت اور معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کے سلسلہ میں دیکھا تھا (۱۸)۔ میں اس مقصد کی کامیابی اور کام کرنے والوں کے اخلاص اور صحیح رہنمائی کے لیے دعا گو ہوں، اور اس سے ہر ممکن تعاون کو باعث خوشی سمجھتا ہوں۔

ابوالحسن علی ندوی

لاہور، ۲۲ شعبان ۹۸[۱۳]ھ

۲۹/ جولائی ۷۸[۱۹]ء

......☆☆......

حوالہ جات وحواشی

(۱) محمد ارشد، ''اسماعیل قریشی سے ایک مصاحبہ''، ۲۸ اگست ۲۰۱۰ء، ۲۶ رچنا بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔

(۲) سید مودودی کے ساتھ روابط اور میل ملاقاتوں کے بارے میں ملاحظہ ہو: محمد اسماعیل قریشی، ''یاد ہے مجھ کو ترا حرفِ بلند''، ترجمان القرآن (لاہور)، جلد ۱۳۰، شمارہ ۱۰ (شعبان ۱۴۲۴ھ/ اکتوبر ۲۰۰۳ء)، ''اشاعت خاص سید ابوالاعلیٰ مودودی: ۱۹۰۳ـ۲۰۰۳ء'' ص ۳۲۶، ۳۲۹؛ عاصم نعمانی، سید مودودی کے ساتھ گزرے ہوئے یادگار لمحات: ۱۹۶۸–۱۹۷۹ء (لاہور: ادارۂ معارفِ اسلامی، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۳۱۔

(۳) محمد سلطان (عاصم نعمانی)، بنام محمد اسماعیل قریشی، محررہ ۹ ستمبر ۱۹۸۹ء، غیر مطبوعہ، مملوکہ مقالہ نگار۔

(۴) ربا کے خاتمے کے لیے محمد اسماعیل قریشی کی جدوجہد کے بارے میں ملاحظہ ہو: اسرار بخاری، ''ربا کیس میں جماعت اسلامی کے وکیل اسماعیل قریشی سے خصوصی انٹرویو'' ہفت روزہ تکبیر (کراچی)، ۱۱ تا ۱۷ جولائی ۲۰۰۲ء، ص۱۴ تا ۱۸۔ ربا سے متعلق سپریم کورٹ پاکستان کے فیصلے کے لیے دیکھیے: Muhammad Taqi Usmani, *The Text of the Historical Judgment on RIBA, 23 December 1999* (Kuala Lumpur: Islamic Book Trust, 2003).

(۵) توہین رسالت کے قانون کے اجرا سے متعلق محمد اسماعیل قریشی کی جدوجہد، نیز اس سے متعلق وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ پاکستان کے فیصلے کے بارے میں تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ''فیڈرل شریعت کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ: گستاخِ رسول کے لیے سزائے موت'' ہفت روزہ زندگی (لاہور)، ۲۹ جولائی تا ۴ اگست ۱۹۹۴ء، ص ۲۶۔۳۳؛ محمد اسماعیل قریشی، ناموسِ رسول اور قانونِ توہینِ رسالت: قرآن وسنت، حقوقِ انسانی، پاکستان ویورپ کی اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کی روشنی میں (لاہور: الفیصل، بارسوم، ۲۰۰۶ء)، ''عرضِ مصنف''، ص۴۰۔۵۴؛ قربان انجم، ''قانون توہین رسالت: ایمان افروز جدوجہد کی ایمان افروز کہانی (انٹرویو)'' ہفت روزہ زندگی (لاہور)، ۲۹ جولائی تا ۴ اگست ۱۹۹۴ء)، ص ۱۸ تا ۲۳۔

(۶) بطور مثال دیکھیے: محمد اسماعیل قریشی، ''توہین رسالت: علمی جائزہ''، روزنامہ نوائے وقت (لاہور)، ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء؛ وہی مصنف، ''قانونِ توہینِ رسالت میں ترمیم کے مضمرات''، ترجمان القرآن (لاہور)، جلد ۱۳۲، شمارہ ۱ (ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ/جنوری ۲۰۰۵ء)، ص ۴۱۔۴۶؛ وہی مصنف، ''قانونِ توہینِ رسالت میں ترمیم کا مسئلہ''، روزنامہ نوائے وقت (لاہور)، ۷ مارچ ۲۰۰۷ء۔

(۷) حفیظ جالندھری بنام محمد اسماعیل قریشی، غیر مطبوعہ، مملوکہ مقالہ نگار۔

(۸) دیکھیے: محمد اسماعیل قریشی، ناموس رسالت اور قانون توہین رسالت: قرآن وسنت، حقوقِ انسانی، پاکستان و یورپ کی اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کی روشنی میں (لاہور: الفیصل، بار اول ۱۹۹۴ء، بار دوم ۱۹۹۹ء، نظر ثانی و اضافہ شدہ تیسری اشاعت ۲۰۰۶ء)؛ اس کتاب کا انگریزی ملخص (نقوش پریس، لاہور ۲۰۰۸ء) سے شائع ہوا: Muhammad Ismail Qureshy, *Muhammad: The Messenger of God and the Law of Blasphemy in Islam and the West* (Lahore: Nuqoosh, 2008).

(۹) تنظیم کے قیام کے محرکات اور اغراض و مقاصد نیز اس باب میں محمد اسماعیل قریشی کی مساعی کے بارے میں تفصیلات کے لیے دیکھیے: خوشنود علی خان، ''عالمی تنظیم کے کنوینز محمد اسماعیل قریشی سے شریعت کے نفاذ کے مسئلہ پر بات چیت'' ہفت روزہ اخبارِ جہاں (کراچی)، ۶ تا ۱۲ نومبر ۱۹۷۸ء، ص ۱۳، ۳۸۔

(۱۰) غیر ملکی اراکین میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ (فرانس)، علامہ محمد اسد (اسپین)، اسماعیل راجی الفاروقی (ریاست ہائے

متحدہ امریکہ)، محمد کاشانی (ایران)، ادریس علوی (مراکش)، عبدالقادر (ڈپٹی چیف جسٹس ترکی)، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (بھارت)، ڈاکٹر محمد معروف الدوالیبی (شام)، علامہ احمد مصطفٰی الزرقاء (شام)، محمد قطب (مصر)، عبداللہ بن عبدالعزیز (سعودی عرب)، شیخ عبداللہ ابراہیم (سعودی عرب) کے اسمائے گرامی شامل تھے۔ دیکھیے: محمد اسماعیل قریشی، ''یاد ہے مجھ کو ترا حرف بلند''، ص ۳۳۰۔۳۳۱۔ مرتب کے پاس ان فاضل اراکین کی رکنیت کے فارم، جن پر ان کے دستخط ثبت ہیں، موجود ہیں۔

(۱۱)　عاصم نعمانی، سید مودودی کے ساتھ گزرے ہوئے یادگار لمحات، ص ۱۳۱، ۲۵۶، ۲۶۸۔

(۱۲)　محمد اسماعیل قریشی، ''یاد ہے مجھ کو ترا حرفِ بلند''، ص ۳۳۰، ۳۳۲۔

(۱۳)　نیز تقریب کی روئداد کے لیے دیکھیے: محمد اسماعیل قریشی، ''یاد ہے مجھ کو ترا حرفِ بلند''، ص ۳۳۲؛ روزنامہ وفاق (لاہور)، جمعۃ المبارک ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/ یکم ستمبر ۱۹۷۸ء؛ روزنامہ جسارت (کراچی)، جمعہ ۲۶ رمضان المبار ۱۳۹۸ھ/ یکم ستمبر ۱۸۷۸ء؛ خوشنود علی خان، ''لاہور میں سیاسی جماعتوں کی سرگرمیاں'' ہفت روزہ، پسِ پردہ (لاہور)، ۱۹ تا ۲۵ ستمبر ۱۹۷۸ء، ص ۱۰۔۱۱۔

(۱۴)　سید ابوالاعلیٰ مودودی نے محمد اسماعیل قریشی کے نام اپنے مکتوب (محررہ ۲۴ مئی ۱۹۷۹ء) میں لکھا:

محترمی و مکرمی　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ مجھے اس عظیم تنظیم کا سرپرست بنانا چاہتے ہیں۔ دراصل یہ مقام تو کسی جلیل القدر قانون دان کو عطا کرنا چاہیے۔ تاہم اگر آپ کے رفقاء بھی آپ کے اس خیال ہی کی تائید کرتے ہوں تو میں اسے بخوشی منظور کروں گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

دیکھیے: محمد اسماعیل قریشی، ''یاد ہے مجھ ت ترا حرفِ بلند''، ترجمان القرآن، جلد ۱۳۰، شمارہ ۱۰ (شعبان ۱۴۲۴ھ/ اکتوبر ۲۰۰۳ء)، ص ۳۳۱۔

(۱۵)　محمد اسماعیل قریشی، ''یاد ہے مجھ کو ترا حرفِ بلند''، ص ۳۳۱۔

(۱۶)　مرتب کے پاس مذکورہ فضلاء کی رکنیت کے فارموں کی عکسی نقول محفوظ ہیں۔

(۱۷)　سید ابوالحسن علی ندوی کی شرکتِ کانفرنس، اور پاکستان میں قیام اور لاہور، کراچی، اسلام آباد میں مختلف علمی و دینی اجتماعات سے خطاب کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، کاروانِ زندگی (کراچی: مجلسِ نشریاتِ اسلام، س۔ن)، جلد ۲، ص ۲۵۳۔۲۵۸۔

(۱۸)　قانونِ اسلامی کی تدوینِ جدید اور اس کے اصول و منہاج کے بارے میں علامہ محمد اقبال کے آراء و خیالات اور

ان کے تنقیدی جائزہ کے لیے دیکھیے: علامہ محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (مترجمہ: سیّد نذیر نیازی) (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۴ء)، باب ۶ ''الاجتهاد فی الاسلام''؛ محمد خالد مسعود، اقبال کا تصوّر اجتہاد (راولپنڈی: مطبوعاتِ حُرمت، ۱۹۸۵ء)؛ ا لطاف احمد اعظمی، خطبات اقبال: ایک مطالعہ (لاہور: دارالتذکیر، ۲۰۰۵ء)، ص ۲۱۸۔۲۱۹؛ سید عبداللہ، مطالعۂ اقبال کے چند نئے رخ (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۴ء)، باب ۸: ''اسلامی فقہ کی تدوینِ نو علامہ اقبال کی نظر میں''، ص ۱۱۹-۱۴۸؛ محمد عثمان، فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)، باب ۶: ''اسلام میں اجتہاد''، ص ۱۵۱-۱۹۴؛ مشیر الحق، اقبال: ایک مسلم سیاسی مفکر (مرتبہ: ماہ طلعت علوی) (نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۶ء)، ص ۲۷-۳۸، ۵۲، ۵۵-۶۰؛ محمد ارشد، ''اسلامی ریاست میں قانون سازی اور اجتہاد: روایت اور جدیدیت کے تناظر میں''، فکر و نظر (اسلام آباد)، ۴۴:۳ (جنوری-مارچ ۲۰۰۷ء)، ص ۷۰-۷۵۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆